لیکن وہ ملنے تو کسی اور کو گئی تھیں۔
اُن کی واپسی پر ایک اور پارٹی ہوئی —
کیا خبریں ہیں؟ — اسلام آباد کا کیا موڈ ہے؟
مسز حسین ایک تمامتر سیاسی اور سماجی حقیقتیں جاننے والی شخصیت کی طرح اپنی سیال آنکھوں سے مسکراتی رہیں — "آغا صاحب بہت سویٹ تھے — Loveable —"
سب نے ایک دوسرے کی جانب جواب کے لیے دیکھا اور پھر مسز حسین کی طرف، یہاں تک کہ مسٹر حسین نے بھی جو بوجوہ اپنی بیگم کے ساتھ مغربی پاکستان نہیں گئے تھے.. البتہ اُن کے بیٹے چپ رہے، وہ اُن کے ہمراہ گئے تھے۔
"ان دونوں نے —" وہ بہت فخر سے ماتا کے پُرتقدس فخر سے اپنے بیٹوں کی جانب اشارہ کر کے کہنے لگیں "وہاں پرفارم بھی کیا — اور آغا صاحب loved it — ان سے پوچھ لیں۔"
دونوں بیٹے بولے کچھ نہیں لیکن وہ بھی ذرا پُرفخر تھے۔ آفٹر آل صدر پاکستان آنریبل جنرل یحییٰ خان کے لیے اُن کے صدارتی محل میں پرفارم کرنا — جب کہ اُن کی والدہ محترمہ اُن کے ہمراہ ایک سرخوشی میں رقص کرتی تھیں اور آغا صاحب کی گھنی پلکیں اور خوبصورت آنکھیں سُرخ ہوتی ہوئی اُن پر جھکتی تھیں ایک قابل فخر بات تھی —
"تو پھر — جنرل صاحب کیا کہتے تھے؟" ایک فوجی افسر کے لیے، کپتان اور میجر کے لیے ایک فل جنرل اور وہ بھی ملک کی صدارت پر فائز جنرل تو ایک خدا سے کم نہیں ہوتا — شائد کچھ زیادہ ہی — اور اُن کے چہروں پر ایک عجیب نورانی کیفیت تھی جب وہ یہ پوچھتے تھے کہ تو پھر — جنرل صاحب کیا کہتے ہیں —
"میں سب کچھ تو نہیں بتا سکتی —" مسز حسین نے بظاہر ٹالتے ہوئے کہا "لیکن... وہ اتنا مرد ہے کہ جنگ — جنگلوں میں اور صحراؤں میں جاری رہے گی.. جنگ... میں سب کچھ تو نہیں بتا سکتی —"
شائد یہی وہ لمحہ تھا جب چوہدری اللہ داد خان کا بیٹا کیپٹن مردان خان — بدلا... اس کے اندر بہت کچھ آگے پیچھے ہوا... اس کی کلف لگی وردی بوسیدہ ہونے لگی.. جو کچھ اس کے اندر انجیکٹ کیا گیا تھا اُس کی لایعنیت زائل ہونے لگی.. محب الوطنی کیا ہے... ڈسپلن کیا ہے سچ ہے یا جھوٹ ہے اور حکم ماننا دانش مندی ہے یا یہ سوال کرنا کہ کون

رہا ہے اور اُس کی اہلیت کیا ہے دانش مندی ہے — یا آنکھیں بند کر لینا سب سے
انش مندی ہے — اس تبدیلی کو مردان نے اُس لمحے نہیں بہت بعد میں جانا... اُس
وہ بھی مسز حسین کے جلال کی روشنی میں آنکھیں چندھیائے اُن کی جانب دیکھتا تھا
فر کے ساتھ کہ میں اس عورت کے بدن کے سارے حروف تہجی جانتا ہوں اور اُن
ہ زیر پیش سے آگاہ ہوں اور یہی عورت ہمارے باس سے مل کر آئی ہے اور باس کی
پلکیں اس پر جھکی تھیں — اور اب بھی وہ صرف مجھے دیکھتی ہے اس کے باوجود کہ
یک خدا سے مل کر — نہیں صرف مل کر نہیں — بہرحال آئی ہے —

"انہوں نے اور کیا کہا تھا ڈارلنگ —" یہ مسٹر حسین کی پر اشتیاق آواز تھی "کیا
"ا

"وہ — He is loveable — جیسے ایک کڈلی بیئر ہوتا ہے —" مسز حسین
آپ میں گم وہیں تھیں جہاں کڈلی بیئر بہت loveable تھا۔ اور وہیں کسی صدارتی
ے کے نزدیک زیب بھی تھا — منتظر — تھینک گاڈ پاکستان ہیز بین سیوڈ —

"لیکن ڈارلنگ —" مسٹر حسین نے پبلک میں پہلی بار اپنی بیگم کا ہاتھ پکڑنے کی
ت کی اور بے حد معزز محسوس کیا "انہوں نے اور کیا ارشاد کیا؟"

مسز حسین جواب دینے سے پیشتر باقاعدہ بلش کر گئیں — "ہی از سو سویٹ۔ مجھے
ے نام سے تو نہیں پکارتے تھے — بلیک بیوٹی کہتے تھے..." وہ بلش کرتی چلی گئیں۔

باہر ہیلی کاپٹر تھے اور جنگ کی مشین پوری قوت اور اخلاقیات سے عاری کہ کوئی
جنگ آج تک جنیوا کنونشن کی پابند نہیں ہوئی — جاری تھی۔

رقاصاؤں پر گرتے نوٹ جو ہیلی کاپٹروں کی طرح نیچے آتے تھے۔

کھلنا بیرکس اور اُلٹے لٹکتے شیر دلیر جوان... اپنے اعضا کے بغیر برہنہ... جنرل صاحب
کا مشن — ان کی نسل بدل دو... بنگالی نہیں زمین....

اور اندر — He is loveable... مجھے بلیک بیوٹی کہتے تھے۔

یہیں پر مردان کا نصیب مختلف ہوا...

اُس نے مشاہد کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر الاؤ کی آگ ایک پرانے پروجیکٹر
پر بلیک اینڈ وہائٹ فلم کی طرح جھجکتی اور بجھتی دکھائی دے رہے تھی۔ مشاہد بھائی

جان اُسے سوئٹزر لینڈ میں ملے تھے... بلیک بیوٹی کو — فال کے بعد — جب ڈھاکہ ڈوب چکا تھا تب — کسی نے نہیں دیکھا تھا لیکن کالیا اپنی چوتھی ہپ فلاسک صحرا کی جنم اُچھال چکا تھا.. اگرچہ یہ فلاسکس بہت مہنگی تھیں لیکن کالیا انہیں ڈسپوزایبل کموڈ گردانتا تھا — اُس نے بہت دیر سے چُپ ڈاکٹر ارشد کی جانب نگاہ کی جو ایک لکڑی کے چہرے کے ساتھ لاتعلق — جیسے اُس کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہو — لطف اندوزی سے دُور ایک بیکار تسلسل کے ساتھ موسیقاروں کو دیکھتا چلا جا رہا تھا اور اُسے کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کیا گا رہے ہیں اور اُسے پرواہ بھی نہیں تھی... اُس کی ڈیوٹی لگا دی گئی تھی۔

"اوئے ڈاکٹر بڈھے شیر — یہ بتا کہ تم نے کچھ کام بھی دکھایا ہے کہ نہیں —" کالیا اب قطعی طور پر لاپرواہ ہو چکا تھا کہ اُسے کون سنتا ہے "یار یہ صحرا اپنی جگہ پر لیکن بٹ خیلہ کے باہر دریائے سوات والا وے سائڈ ہوٹل وہ کیا ہے یار — مجھے خدشہ ہے کہ وہ وہاں نہیں ہے اور صرف ہم تینوں جب وہاں جاتے ہیں تو وہ ظاہر ہو جاتا ہے — کیوں کیسی معرفت کی بات کی ہے میں نے.. میں نے کنگ آف گندھارا نے؟"

ڈاکٹر ارشد نے اُس کی جانب دیکھا۔ الاؤ سے اُس کی آنکھوں میں سرخ دیئے جلتے تھے "صرف اس لیے کہ وہاں آلوچے کے شگوفے تمہاری نظروں کے سامنے پھوٹتے ہیں اور کھلتے ہیں؟"

"آہو —" کالیے کا منہ کھل گیا۔

"وہ وہیں ہے — اور وہ ہے یا نہیں ہمیں اس سے غرض نہیں کیونکہ — وہ ہم ہیں — شگوفے یا وے سائڈ ہوٹل نہیں ہے — ہم ہیں۔"

"کیا ہم اتنے اہم ہیں یار ڈاکٹر — کہ — ہم ہوں — میں نے سنا ہے کہ جب سے حضرت آدم آئے ہیں انسانوں کی چھ سو نسلیں گذر چکی ہیں — تو اُن میں سے ایک نسل یہ کیسے کہہ سکتی ہے کہ ہم ہیں — میرا گمان ہے کہ ہم نہیں ہیں — اگر ہم ہیں تو ایک شگوفہ یہاں بھی گر سکتا ہے چولستان کے صحرا میں ڈیرا اور کی تاریک ریتلی رات میں — یہاں صحرا میں جہاں ابھی ابھی میں اپنے آپ کو دسویں بار ہلکا کرنے گیا تھا تو پتہ نہیں کیا کیا مخلوق اِدھر اُدھر ہوتی تھی — ہاں شگوفہ یہاں بھی تو گر سکتا ہے — اگر ہم ہیں تو۔"

کالیے نے اپنی تمام تر مخموریت کے باوجود اور ڈاکٹر ارشد پر پڑتی الاؤ کی جھلمل تاریک ہوتی روشنی کے باوجود یہ محسوس کر لیا کہ وہ کہیں اور ہے۔ یہاں موجود نہیں

وہ آ تو گیا ہے لیکن ابھی وہیں ہے۔

"ڈاکٹر کہاں ہو یار — یہ ذرا ایک ڈِیک لگاؤ بلیک لیبل وہسکی کی — تو تم واپس آ گئے۔"

کالیے نے اپنی ہپ فلاسک جان سے بھی پیاری فلاسک اس کے ہاتھوں میں دینے کی کوشش کی لیکن ڈاکٹر ارشد نے اُسے بڑے آرام سے واپس دھکیلا — "نہیں تم جانتے ہو کہ میں نہیں پیتا۔"

"ایک تو یہ مرزائی بہت بنیاد پرست ہوتے ہیں —"

"مرزائی نہیں —" ارشد نے فوراً ٹوک دیا۔

"ٹھیک ہے مرزائی نہیں قادیانی —"

"نہیں احمدی —"

"اوکے احمدی — اگر اس سے کوئی فرق پڑتا ہے تو — تو تم لوگ اتنے Rigid ہو یار — ہمارے ہاں جو شخص نمازیں زیادہ پڑھتا ہو اس کے بارے میں شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ مرزائی — میرا مطلب ہے احمدی ہے۔ جو خاتون پردے کی پابند ہو اُس پر بھی شبہ کیا جاتا ہے کہ.. ویسے تم میرے یار ہو لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک پیغمبر پنجابی بولتا ہو۔ یار پنجابی پیغمبر کیسے ہو سکتا ہے۔ کچھ تو حیا کرو —؟"

"قادیان میں پیغمبر کیوں نہیں آ سکتا۔ صرف اس لیے کہ وہ پنجاب میں ہے —"

مشاہد نے ارشد کی اِس آؤٹ برسٹ کو سنا اور چپ رہا۔ وہ کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کورم میں واحد شخص تھا جو مذہب کے بارے میں بنیاد پرست تھا۔ اور وہ بھی کسی مذہبی بحث میں ملوث نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ دونوں — کالیا اور وہ ایک عرصے تک کسی مذہبی وابستگی سے لاعلم رہے۔ وہ اس بارے میں کوئی تذکرہ نہیں کرتا تھا اور پھر نگار سے واپسی پر بٹ خیلہ واپسی پر — جب وہ کالیے سے ہاتھ ملا رہا تھا تو اُس کا ہاتھ۔ جیسے اُس میں سے جان نکل رہی ہو اور وہ بے قابو لرزش میں تھا "کیا بات ہے — جان من کیا بات ہے —" کالیے نے پوچھا تھا —

"کچھ نہیں —" ارشد نے سر جھٹکا تھا "کچھ بھی نہیں —"

اُس — کچھ بھی نہیں — کے پس منظر میں شب قدر تھا۔

"کچھ تو ہے —"

"نہیں —" اُس کے ہاتھ میں مسلسل لرزش تھی۔ کالیا خود بھی سہم گیا۔ ڈا
ارشد ایک مضبوط اعصاب کا کم گو اور دھیما شخص تھا۔ ایک بار قادر آباد بند پر اُن کی جی
ایک موڑ کاٹتے ہوئے اُلٹ گئی تھی اور سوائے ڈاکٹر کے سب کی چیخیں نکل گئی تھیں...
اطمینان سے کپڑے جھاڑتا ہوا باہر نکل آیا تھا اور سگرٹ سلگا کر جو کائیاں کے بیلے
سرسبز اور گہرے جنگل کے منظر میں محو ہو گیا تھا۔ اور اب اُس کا ہاتھ مسلسل لرزش
تھا۔

پس منظر میں شب قدر تھا...

اُس کے گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ اُس کے ساتھ یہ کچھ ہو گا۔ اگر ہوتا تو وہ پشا
کورٹس میں پینڈنگ اپنے درجنوں مقدمے چھوڑ کر اس ہم عقیدہ شخص کی ضمانت کرا
کے لیے شب قدر جیسی جگہ کیوں آتا —

پارسائی کے پُر تکبر منہ سے جھاگ نکلتی تھی —

شک تھا کہ وہ اپنے دین سے انحراف کر کے مرزائی ہو گیا ہے اس لیے —
پولیس کی حراست میں تھا اور وہ شخص — جو پشاور سے خاص طور پر آیا ہے اپنے پینڈنگ
مقدمے چھوڑ کر اس شخص کی ضمانت کرانے کے لیے شب قدر آ گیا ہے۔

ہجوم کو دیکھ کر وہ ہراساں نہیں ہوا تھا۔

اُس کا خیال تھا کہ کسی سیاسی شخصیت کی عدالت میں پیشی ہے اور اُس
حواری نعرے لگاتے ہوئے بے خود اور بے اختیار ہو رہے ہیں۔ اس نے — اُس وکیل
نے — اُن کے نعرے غور سے کان لگا کر نہیں سنے تھے جب تک کہ پہلا نوکیلا کنکر اُس
کے سیاہ کوٹ کی آستین پر ایسے لگا جیسے کسی تیز چونچ والے پرند نے اُسے ٹھونگا مارا ہو —
پھر نعروں کی نوعیت واضح ہونے لگی — لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔

پتھر زیادہ فاصلے سے پھینکے جائیں تو نشانے تک پہنچتے پہنچتے اُن کی قوت میں کمی آ
جاتی ہے اس لیے وہ قریب ہو گئے۔

سنگسار شدہ جسم بہت دیر تک ہلتا رہتا ہے اور جان نہیں نکلتی — خاص طور پ
جب اُس کی آنکھوں کے ڈھیلے کچے بیروں کی طرح نوچ لیے گئے ہوں، خون بھرے
گڑھوں میں سے گوشت کے ریشے لٹکتے ہوں — جان نہیں نکلتی —

اسی لیے اُسے شب قدر کی گلیوں میں گھسیٹا جاتا ہے —

گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو کہ میں
جاں دادۂ ہوائے سرِ راہ گذار تھا

ڈاکٹر ارشد کے پس منظر میں شب قدر تھا۔

پُر وحشت سُنجڑی روہی

الاؤ کی سیاہی اور روشنی کے سیال سائے کالیے کی عینک پر شوخ ہوتے تھے اور پھر اُڑ جاتے تھے۔ وہ اپنے اس یار کے بارے میں فکر مند تھا۔ ڈاکٹر نے اُس کی تشویش کو لیا اور اُس کا ہاتھ تھام کر بولا "تم اتنے دنوں کی قید کے بعد چند روز اپنے گھر والوں کے کیوں نہیں ٹھہرے؟"

"بہن یا گدھ ہیں سارے کے سارے... میں نے چوکھٹ کے اندر پاؤں رکھا تو سب کے سب بلند آوازوں میں بین کرنے لگے اور رو رو کے حشر کر لیا — میں نے اوئے میں پھاہے لگ گیا ہوں جو بین کرتے ہو بہن یا چپ کرو۔ وہ چپ کیے تو پھر اور بولے تو ہر ایک کے پلے میں اپنی اپنی داستانِ غم تھی جس کا نتیجہ صرف یہ نکلتا تھا بھائی زاہد تمہاری غیر موجودگی میں ہم بھوکے مر گئے تھے۔ کچھ لاکھ دو لاکھ ادھار دو ..... گدھ بہن یا —"

"گھر والوں کا حق بنتا ہے —"

"بال بچوں کا حق بنتا ہے ناں ڈاکٹر — میرے تائے اچھو کا تو نہیں بنتا جو ستّر سال عمر میں بھی رنڈی بازی سے باز نہیں آتا یا میری ماسی کا تو نہیں بنتا جسے میں اب تک لاکھ روپے دے چکا ہوں اور پھر کہتی ہے کہ میری کنسائن منٹ پکڑی گئی ہے کالیے پتر۔ ٹوٹ گئی۔"

کالیے کا اندازِ گفتگو کسی بھی تاریک صورت حال کی گمبھیرتا کو روشن کرنے میں معاون ثابت ہوتا تھا۔ ڈاکٹر مسکرایا "تمہاری ماسی بھی یہی کام کرتی ہے؟"

"آہو — میں نے کسٹم والوں سے ماسی سلامت بی بی کی صاحب سلامت کرا پشاور، دیر اور مردان میں کونیکشن ملا دیا اور پھر ہاتھ جوڑ کر کہا کہ ماسی تو میری ماں کے برابر ہے اب تو اپنا شکار کر مجھ سے رقم نہ مانگنا — تو جیل سے آ کر گھر میں قدم رکھا ہے تو

ماسی سر پر بازو رکھ کر دُہائی دینے لگی ہے کہ ہائے پُتر میرا مال پکڑا گیا ہے — مال پکڑا
ہے تو یہ بہن یا کالیے کا قصور ہے جو اس دوران جیل میں تھا —" کالیے نے محسوس کیا
کہ ڈاکٹر ارشد اپنی یاسیت سے باہر آ رہا ہے تو اس نے اپنے آپ کو ذرا اور سوشل کر لیا
"میرے بھائی بھی تو بہن یا گدھ ہیں — چٹے ان پڑھ سارے کے سارے اور شوق لارڈ
ماؤنٹ بیٹن والے — چھوٹا اِکی نہیں ہے پہلی کنسائن منٹ تھرو ہوئی ہے تو پانچ گھوڑے
خرید لیے — ایک دو نہیں اکٹھے پانچ — بھلا تم نے اتنے گھوڑوں کے بہن یا تکے کباب
بنانے ہیں — دوسرے دِن انٹیلی جنس والے گھر آ گئے — اور اندر — تین مہینے رہ کر
آیا ہے —"

ڈاکٹر ارشد ہنسنے لگا "ایں ہمہ خانہ —"

"آہو —" کالیے نے سر ہلایا "اتنی فارسی میں بھی سمجھ لیتا ہوں۔ ایں ہمہ خانہ
آفتاب است — بالکل — اور کیا کیا آفتاب ہیں بہن یا ہماری فیملی مین —"

"تم ہمیشہ اپنے علم سے حیران تو کرتے ہو زاہد۔ لیکن یہ فارسی کہاں سے آ گئی؟"

"افغان کونیکشن —" وہ ہنسا اور فلاسک سے ایک بہت ہی طویل اور اُسے تہہ
تک خالی کر دینے والا گھونٹ بھرا "افغان جہاد کم از کم میرے لیے تو بہت مبارک ثابت ہوا
ہے.. بہن یا کیا کیا پیس آیا ہے وہاں سے — ڈاکٹر، جلال آباد میوزیم میں قسم سے وہ کچھ
تھا جو پیرس کے لوور اور جاپان کے کوبے میں نہیں تھا — اصل گندھارا تو ادھر تھا —
چونے کا ایسا ایسا مجسمہ تھا کہ وینس ڈی میلو اُس کے سامنے چوڑی لگتی تھی — میرے
ہاتھوں سے گیا ہے سارا مال — گدھوں پر لاد کر لاتے تھے مجاہدین — بابر کے مقبرے کی
جالیاں... محمود غزنوی کے بیٹوں کی قبروں کے کتبے بہت دن میرے لان میں پڑے رہے اور
لوگ اُن پر بیٹھ کر وہسکی پیتے رہے — کابل میوزیم بھی ادھر سے ہو کر اِدھر اُدھر ہوا
ہے۔"

ڈاکٹر ارشد کے لیے کالیے کی گفتگو خواجہ فرید کی کافی سے زیادہ پُرکشش تھی۔

"خالص سونے کا بنا ہوا ایک باختری پنجہ — حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے پہلے کا بنا
ہوا — میرے پاس آیا تھا۔ دوستم کا ایک دوست لایا تھا — تو ڈاکٹر یار میں اُسے سامنے
رکھ کر سر جھکائے ساری رات بیٹھا رہا — اُس میں سے نُور نکلتا تھا ڈاکٹر نُور — میں اپنے
بچوں کو بیچ دیتا پر اُسے نہ بیچتا — لیکن مجبوری تھی —" کالیا یکدم خاموش ہو گیا۔

ڈاکٹر نے اپنی توجہ ہٹائی نہیں — "کیا مجبوری تھی؟"

"ایک بارہویں صدی کا منقش گل دان ہے لنڈن والے کرمٹیز کے پاس — اُس آیات کو موزیک سے لکھا گیا ہے۔ اُسے خریدنے کے لیے رقم درکار تھی۔"

"اُس گل دان کو کہاں سمگل کرو گے؟"

"ناں —" کالیے نے سر ہلایا "ڈاکٹر — میں اسلام نہیں بیچتا — توبہ توبہ۔ اپنے لیے خریدا ہے۔"

"کیا کرو گے؟"

"کچھ تو کروں گا —" بہت مدھم آواز میں کالیے نے کہا "ہماری تہذیب ٹھیکریاں ہو گئی ہے۔ نہ کوئی اسے جوڑ کر دیکھتا ہے کہ یہ کیا ہے، کونسا برتن ہے جو ٹوٹ گیا ہے اور کوئی رکھوالی کرتا ہے — میں کچھ تو کروں گا —"

"اِدھر بھی کچھ ہے؟"

"اِدھر اُچ شریف میں بخاریوں اور گیلانیوں کے گھروں میں بہت کچھ ہے.. کچھ ہے۔ کھرا ہے — باقی اللہ اللہ — بی بی فاطمہ کی چادر اتنی مہنگی، اتنی باریک اور اتنی مخدور حالت میں کیسے ہو سکتی ہے۔ بہرحال عقیدت اِن نوادرات کو آتھنٹیکیٹ کر دیتی ہے — پر یہ بھی ٹھیکریاں ہو جائیں گے —"

"مذہب کو بھی؟"

کالے نے سر اُٹھایا "کیا؟"

"عقیدت آتھنٹیکیٹ کر دیتی ہے — تم عقیدے کو چیلنج نہیں کر سکتے — نہ علم یا تاریخ کے زور پر۔ اس عہد میں بالغ نظری اور روشن خیالی کے اس عہد میں لوگ سفید فام دیگوں میں سے زہر پیالے بھر بھر کے خود بھی پیتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی پلاتے ہیں اور پھر اُن کی لاشیں جینز اور جیکٹس اور بلاؤزز میں سے اکڑتی جنگل میں ملتی ہیں کہ وہ سب اپنے پرافٹ کی پیش گوئی پر یقین رکھتے تھے کہ یہاں سے سیدھے جنت — اور پرافٹ کی لاش بھی اُن میں شامل ہوتی ہے — لوگ صندوقوں میں بند ہو کر سمندر میں اُتر جاتے ہیں —"

"میں جانتا ہوں تم کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہو —"

"نہیں۔ یہ میری عادت نہیں۔ یہ صرف تمہارے — کیوں؟ — کا جواب ہے"

"اور کیا بہن یا جواب ہے — " کالیے نے بار بار سر ہلایا "بہت دیر سے برادرِ عزیز کی وَف سنائی نہیں دی — کہاں گیا" اس نے تشویش بھری ایک نگاہ چاروں اور دوڑائی "میں دیکھتا ہوں" وہ برادر عزیز کو دیکھنے کے بہانے الاؤ کی پہنچ سے دور جھاڑیوں میں گیا اور اپنے آپ کو ہلکا کر کے واپس آ گیا۔ مشاہد نے اُسے پاس سے گذرتے دیکھا "کیا ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ آپ ہم سے بھی کسی وقت ہم کلام ہوں گے؟"

"ہم نہیں ہوں گے آپ سے ہم کلام — آپ نے ہمیں رنجیت سنگھ کی پوتی کی قبر دکھائی ہے — ؟"

"لاہور واپسی پر پہلا کام یہی کریں گے — وعدہ"

مہمانوں کے علاوہ ریت پر بیٹھے اپنے آپ پر جھکے پگڑیوں والوں کو بھی چائے سرو کی گئی اور وہ کافی دیر سے خاموش بیٹھے تھے۔ اُن میں جو لڑکا تھا وہ البتہ کبھی کبھار شکایت آمیز اور ناراض نظروں سے اُن کی جانب دیکھتا تھا جو کسی اور قوم اور نسل اور مذہب کے تھے۔ اُس جیسے نہ تھے۔

نمبردار اللہ ڈوایا انتظامات کی بھاگ دوڑ میں ادھر آیا اور اُنہیں خاموش بیٹھا دیکھ کر اُن پر برس پڑا — پھر بھی اُنہوں نے یکلخت اپنے ساز نہیں چھیڑے، فوراً منہ کھول کر تانیں لگانے سے اجتناب کیا اور بہت سوچ سمجھ کر آہستگی سے سلوموشن میں اپنا کام شروع کیا — اِکتارہ ریت میں سے پھوٹتا ہوا بہت دھیمی سُر میں اُن تک آتا گیا اور پھر بلند اور ذرا اور بلند اور تب اُن سب کی ماتمی سی آوازیں اُس میں شامل ہو گئیں...

روہی... روہی... روہی

شوبھا اُکتا چکی تھی۔

برگیتا ٹھوڑی پر ہتھیلی جمائے — جیسے وہ یوٹے برگ کے کسی کانسرٹ ہال میں پاپا راڈنی کے ہمراہ مکمل توجہ اور خاموشی سے وائلن کنشیٹو سنتی تھی ایسے لگن سے چپ سنتی تھی۔

بیرک نمبر تین میں اگرچہ صرف تین عورتیں تھیں لیکن — ذرا پرے گرینڈ فادر کلاکس اور سنگی تعویزوں میں بھی دو اور تھیں جو ابھی تک وہیں تھیں۔ وہ جب بھی انہیں جانے کے لیے کہتا وہ لمبے لمبے گھونگھٹ نکال کر عجیب بین کرنے کے انداز میں رونے

اور جو کچھ کہتیں بنگالی میں کہتیں اور جب اٹھ کر جانے لگتیں تو وہ انہیں روک لیتا۔ دو چار روز اور سہی لیکن اس کے بعد تمہیں اپنا بندوبست کرنا ہو گا۔ اُن کے بین فوراً نہ ہوتے آہستہ آہستہ دھیمے پڑتے جاتے — دو چار روز اچھی خوراک، ڈھنگ کے کپڑے تو وہ بھی بلیک بیوٹی سے کم نہ ہوتیں...

بلیک بیوٹی — پاکستان کی سفیر — سوئٹزر لینڈ میں۔

اور اُن کے خاوند مسٹر حسین — پاکستان کے سفیر آسٹریا میں۔

آغا صاحب غیر ممالک میں پاکستان کے امیج کا کتنا خیال رکھتے تھے۔ Loveable کتنے considerate کہ میاں بیوی کو ساتھ ساتھ ملکوں میں اپائنٹ کیا حالانکہ وہ بنگالی اور بنگال میں تو جنگ — جاری رہے گی۔

شوبھا نے مردان کے جھکے ہوئے چہرے کو تشویش سے دیکھا جس پر تھکاوٹ بہت بھاری ہو رہی تھی...

"بابا۔ آپ کے پاؤں زیادہ بہتر محسوس کریں گے اگر آپ بھی جاگرز اُتار دیں"

"بہت اچھا مشورہ ہے اس جنگل بیابان میں —" وہ جھکا اور اُلجھے ہوئے تسموں کے سرے تلاش کرنے لگا — جوگرز اُتار کر اُس نے پاؤں ریت پر رکھے تو ایک سنسناتی ہوئی تازگی اُس کے سر تک پہنچی۔ متعدد بار پاؤں کی اُنگلیاں سمیٹنے اور سیدھی کرنے سے سکون بھی ملا اور یہ اِحساس بھی ہوا کہ ریت کم ہے اور اُس کے نیچے زمین قدرے نرم اور سخت ہے۔ وہ کرسی سے اُٹھا اور ذرا آگے ہو کر موسیقاروں کے قریب جا کر زمین پر بیٹھ گیا۔ سفر نے... طویل سفر نے بدن کو اکڑا دیا تھا اور ایک بے آرام اور بے چین کیفیت اِس میں رینگتی چلی جاتی تھی — میں اتنا جوان نہیں رہا.. ہاں — بدن کی لچک کم ہو رہی ہے۔ گویّوں نے ممنونیت سے اُسے دیکھا کہ وہ اُنہیں سننے کے لئے اُن کے قریب آ بیٹھا۔

پیلوں پکیاں او یار... آ رل مل

"اوے بھائی نمبردار —" کالیے نے بلند آواز میں پکارا تو وہ شائد قریب ترین کسی میں کان لگائے کھڑا تھا اِس بلاوے پر فوراً آ گیا "یار اِدھر تو اتنی دیر سے صرف پیلوں پکیاں ہی کھانا پتہ نہیں کب پکے گا —"

"تیار سائیں آپ حکم کریں تو ابھی ڈیننگ ٹیبل پر لگا دیں ـــ"

کالیے نے ذرا توقف کیا۔ اِس کا خیال تھا کہ کھانے کی تائید میں دو چار آوازیں ضرور بلند ہوں گی لیکن ایسا نہ ہوا "کھانا بعد میں لگا دینا ابھی پیلوں پکنے دو"

نمبردار اُسی قریب ترین تاریکی میں پھر روپوش ہو گیا۔

زمین کی ٹھنڈک کی سطح مردان کے بدن میں آہستہ آہستہ بلند ہونے لگی... جیسے وہ ایک بُوٹا ہو جو دھیرے دھیرے نمی چُوس رہا ہے۔ اِس کی دونوں ہتھیلیاں بھی زمین پر تھیں اور وہ لَے پر کان لگائے اپنی اُنگلیوں سے ہولے ہولے اُسے کریدتا تھا اور اُس کی نمی اُسے حیران کرتی تھی ـــ نرم ریت کی بجائے زمین کی کرختگی اور اِس میں گیٹے اور بجری اور کنکر ـــ کبھی ایک گھونگا بھی ـــ وہ اِنہیں اُٹھا کر الاؤ کی بجھتی لَو کی زد میں لا کر دیکھتا اور پھر پھینک دیتا۔

دو کارندے سوکھے ہوئے درخت کا ایک تنا اُٹھائے چلے آ رہے تھے۔ اُنہوں نے تنے کو کندھے جھکا کر الاؤ میں اُلٹایا اور چلے گئے...

تنا چنگاریاں چھوڑتا ہوا آگ پکڑنے لگا... اور الاؤ کی روشنی تیز ہو گئی۔

ایک ٹھیکری مردان کی اُنگلیوں میں آئی۔ اس نے اسے بھی چہرے کے قریب لا کر آگ کی روشنی میں دیکھا... اُس پر کچھ بیل بوٹے بنے ہوئے تھے... سیاہ رنگ میں کچھ پتے کچھ شکستہ دائرے ـــ اُن پر آگ کی روشنی اور سیاہی آگے ہو ہو کر بنتی تھی ـــ کیا سوہنے اور عجب بیل بوٹے ہیں جو کسی نے بنائے ـــ اس نے ٹھیکری کو آنکھوں کے نزدیک کیا تو باقی آوازیں مدھم ہو کر سناٹے میں بدلنے لگیں ـــ کس کا ہاتھ تھا جس نے اِسے بنایا ـــ اور کب بنایا ـــ کہتے ہیں اِدھر بستیاں تھیں...

کالیا جو کافیوں اور پیلوں پکنے سے ازحد بیزار ہو چکا تھا اور اُس کی مخموریت کا گراف نیچے جا رہا تھا اپنی کرسی سے اُٹھا اور مردان کے ہاتھ میں پکڑی ٹھیکری پر جھک گیا۔ ایسی ٹوٹی پھوٹی پرانی چیزوں میں ایک خود کار نظام ایسا تھا جو فوری طور پر کالیے کو سگنل بھیجنے شروع کر دیتا تھا کہ آؤ ہمیں دیکھو، ہم ٹھہرا ہوا وقت ہیں ـــ اور کالیا جب اِس ٹھہرے ہوئے وقت پر جھکا تو اُس کے چہرے جو تحیّر آیا وہ الاؤ کی بھڑک کر دھیمی ہونے والی لَو کی وجہ سے نہیں تھا ـــ "مردان یہ کیا ہے؟"

"یہ وہ ہے جس کی تمہیں خبر نہیں ـــ" مردان نے کہا۔

"تو میں بھی کسی وقت کہوں گا کہ — اور یہ وہ ہے جس کی تمہیں خبر نہیں —"

"کسی برتن کی ایک ٹھیکری ہے — یہیں اِسی ریت اور مٹی میں دبی پڑی تھی اِس کے بیل بوٹے دیکھو"

"وہی دیکھ رہا ہوں — بہن یا کیا سوہنے اور عجب بیل بوٹے ہیں —"

"ہوں —" مردان چونک گیا اور خوفزدہ ہو کر کالیے کو دیکھا جو ٹھہرے ہوئے پانی کو دیکھتے ہوئے ٹھہرا ہوا تھا... کوئی ربط ہے کہیں نہ کہیں۔ کوئی میل ہے، کوئی کنکشن ہے۔ چند لمحے پیشتر وہ یہی لفظ... ہو بہو اِنہی لفظوں میں بڑبڑایا تھا —

پاروشنی پوچھتی تھی کہ پگلی یہ بیل بوٹے تم کیسے اُلیکتی ہو —

وہ رُکھوں میں سے میرے لئے پتلی شاخیں لایا کرتی تھی اور پوچھتی تھی اور میں کہتی تھی کہ یہ بیل بوٹے میرے سر میں تو نہیں، یہ تو اِن ٹہنیوں اور شاخوں میں ہوتے ہیں جنہیں رنگ میں ڈبو کر جھجھروں۔ ڈولوں۔ صحنکوں پر پھیرتی ہوں اور یہ آپ ہی آپ بنتے چلے جاتے ہیں۔

پانی سوکھے گا۔ اور پھر صرف کنارے رہ جائیں گے۔

ریت بھی آئے گی اور ہوا بھی اور میرے گھڑے گریں گے ٹوٹ کر۔ اور اُس وقت میں دب جائیں گے — آج سے کئی رُتوں بعد — وہ اِن بیل بوٹوں کو دیکھیں گے اور کہیں گے کہ کیا سوہنے اور عجب بیل بوٹے ہیں جو کسی نے بنائے — اور وہ کس کا ہاتھ تھا جس نے اِنہیں بنایا اور کب بنایا... جب کہتے ہیں کہ اِدھر بستیاں تھیں اور دریا تھا اور رُکھوں میں مور بولتا تھا۔

"وَف وَف —" جھاڑیوں میں کُتورا بولا جو بہت دیر سے گمشدہ تھا۔

"واہ —" کالیے نے ٹھیکری کو چُوما عقیدت سے جیسے وہ حجرِ اسود کا ٹکڑا ہو، کیا سوہنے اور عجب بیل بوٹے ہیں —"

نمبردار اللہ ڈوایا اپنی تاریک سلطنت میں سے پھر باہر آ گیا اور دوہرا ہو کر بولا "جدھر ہم بیٹھے ہیں اِدھر دریائے گھاگھرا کی گزر گاہ تھی — ... دن کے وقت دیکھو تو کے اُونچے خشک کنارے دکھائی دیتے ہیں اور اِدھر ذرا کریدو تو گھونگے اور ٹھیکریاں ہیں — اِدھر بستیاں تھیں سائیں..."

آس پاس ریت ہی ریت ہو گی بے اَنت اور کوئی نہ جانے گا کہ ہم یہاں تھے —

میں تھا — پاروشنی تھی۔

وہ ایک ایسی جگہ کھڑا ہے جس کے دونوں طرف اُونچے خشک کنارے ہیں جو
تک جاتے ہیں۔ پاؤں کے نیچے سوکھی سیپیاں ہیں۔ کنکر ہیں اور ٹھیکریاں ہیں اور ہر
ریت ہے اور جھاڑیاں ہیں — سب اجاڑ ہے۔ اُس کے کانوں میں عجیب بولیاں ہیں او
کسی اور سمے میں ہے جو اُس کا نہیں —

"ہیں —" کالیا اِس ٹھہرے ہوئے وقت میں سہجے سے بولا" یہاں سرسوتی
تھا۔"

سرسوتی جو بڑے پانیوں کی ماں ہے
اور ساتویں ندی ہے
اِس کے پانی آتے ہیں
شاندار اور بلند آواز میں چنگھاڑتے ہوئے —

ورچن سرسراتی ریت میں ننگی ہوتی اینٹوں اور ٹوٹے ہوئے برتنوں پر نظر جما
دیکھتا ہے کہ کیسے بندے کے بغیر ہر شے میں سے حیاتی ختم ہو جاتی ہے — یہاں
لوگ کدھر گئے — یہاں کے ورچن۔ پاروشنیاں۔ سمرو اور پلکلیاں کدھر گئے —

"بہن یا ہم بے ادبی کر رہے ہیں —" کالیا جھکا ہوا اُٹھا "ہم مُردوں پر بیٹھے پیا
پکیاں سُن رہے ہیں —"

"یہ —" مردان نے ہاتھ بڑھایا "مجھے دے دو"

"واہ — قربان —" کالیے نے ٹھیکری کو ایک مرتبہ پھر بوسہ دیا اور مردان
حوالے کر دی...

شوبھا کے چہرے پر رقم تھا کہ وہ بور ہو رہی ہے۔

برگیتا بھی اب اپنے آپ پر جبر کرتے ہوئے بیٹھی بظاہر مگن سُن رہی تھی۔

ڈاکٹر ارشد جیسے ایک ڈیوٹی سرانجام دے رہا تھا۔

مشلہ تھک چکا تھا اور سونا چاہتا تھا —

مردان کی جین کی جیب میں ٹھہرا ہوا وقت تھا اور وہ اُس زمین کو تکے جا رہا تھا جس
میں سے وہ وقت برآمد ہوا تھا۔

نمبردار ہاتھ باندھے سر ہلا رہا تھا اور گویے جیسے وجد میں آ رہے تھے اور اُن کی

یاں مل رہی تھیں اور اُن کے سر سینوں سے اُٹھ کر اُوپر آسمانوں کو دیکھتے تھے جہاں سے
ں اُترتی تھی...
اور دیکھتے دیکھتے وہاں سے آسمانوں سے ٹھنڈک کی بجائے روئی کے گالے اُترنے

سفید سفید نرم آہٹ کے ساتھ وہ اُترنے لگے اور عین موسیقاروں کے سامنے
نے لگے اور کالیا حواس باختہ ہو کر منہ کھولے اُنہیں بغور دیکھ رہا تھا اور وہ گالے نہیں
آڑو کے سفید شگوفے تھے جو ٹپ ٹپ گھاگھرا کی خشک گزر گاہ پر جو اُن سب کے سامنے
موسیقاروں کے سامنے تھی وہاں گرتے تھے اور رات کی سیاہی کو سپیدی میں بدلتے

موسیقاروں نے اپنے ساز چھوڑے اور پہلی بار الاؤ کی روشنی کی زد میں آئے تو اُن
چہرے نظر آئے جو اَن دیکھے تھے — شائد وہ ٹھیکریوں کی بستی سے آج کی رات کے
آئے تھے.. ٹھہرے ہوئے وقت تھے — ورچن- سمرو- ذورگا- پکلی اور پاروشنی تھے-
میں سے ہر ایک کے اندر ایک مور بولتا تھا اور اُن میں جنگل میں ڈکارتے بھینسے کے
میل کرنے کی آس تھی... اُن کے پیراہنوں پر ریت تھی جسے وہ جھاڑتے ہوئے اُٹھے
...دور کے سفر سے آئے تھے — عجب چہرے تھے.. وہ تیز آندھی کے بعد جامن کی
ہوئی شاخوں کے نیچے اور آس پاس گرے سیاہ جامن چننے کا چاؤ رکھنے والے بچوں کی
ح پُر اشتیاق ہو کر اپنے سامنے گھاگھرا کی خشک گزر گاہ پر ٹپ ٹپ گرنے والے شگوفوں
چننے لگے۔

"اوئے نمبردار —" کالیا گرجا۔

"جی سائیں —" وہ شتابی سے حاضر ہو کر دوہرا ہو گیا۔

"اوئے یہ پاگل خانے کیا کر رہے ہیں؟"

"یہ سائیں — پیلوں پک گئی ہیں سائیں — اور یہ پیلوں چُن رہے ہیں —"

"پیلوں چُن رہے ہیں —" کالیا زیر لب بڑبڑایا اور اُس نے ڈاکٹر ارشد اور مشاہد
طرف دیکھا جو اُس کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ بھی وُہی دیکھ رہے تھے جو وہ دیکھ رہا
یہ وہ تھا جس کی اُن تینوں کو خبر تھی — لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ مردان کو
خبر ہے —

اور تب ایک شگوفہ اُس کے قدموں میں بھی آ گرا —

یہ ہم ہیں —

ولیز جیپ ملتان روڈ پر تھی اور پھر چونگی امرسدھو تک پہنچی جہاں سے وہ نہر
ے روان ہو گئی۔ موسم میں گرمی کی شدت ظاہر ہو رہی تھی اور برگیتا بار بار اپنے
گلے میں رومال ڈال کر پسینہ پونچھتی تھی۔

"شیل — مجھے ایک پرابلم میں سے باہر نکالو پلیز — میں سمجھ نہیں پا رہی" مشاہد
ر سامنے دیکھتا رہا کیونکہ لاہور کی نہر کنارے سکون کی چھاؤں کے جزیرے تیز دھوپوں
دل چکے تھے.. اور اَب ٹریفک بہت گھنی اور تیز رفتار تھی" پچھلی رات — صحرا میں
ن گوئیوں کو نہیں سمجھ سکی۔ وہ پہلے تو جھکے ہوئے اور بے بسی سے بیٹھے ساز بجاتے
رہے، پھر اُٹھے اور صحرا میں سے کچھ اُٹھانے لگے — وہ بہت بے اختیار کر دینے والی
شی کی حالت میں تھے — وہ کیا اُٹھاتے تھے؟"

"سفید شگوفے —"

"وہائٹ بڈز —" برگیتا نے تھوک نگلتے ہوئے ایک بے یقین ہچکی لی" ایک صحرا
یُو ڈونٹ مین اِٹ —"

مشاہد خاموشی سے جیپ ڈرائیو کرتا رہا —

"میں تم سے بات کر رہی ہوں —" وہ ذرا غصے میں آ گئی" یہ کیسے ممکن ہو سکتا
نصف شب میں..."

"اگر تم نہیں سمجھ سکتیں تو چپ رہو —"

مشاہد اتنا کٹیلا کم بولتا تھا لیکن اَب وہ بہت تیز اور کٹیلے لہجے میں بولا تھا —

"نہیں یہ میرے لئے ممکن نہیں مشاہد — اور پلیز اتنا روکھا اور تیز جواب مت
تم مجھ سے الگ ہوتے جا رہے ہو — میں شکایت نہیں کرتی کیونکہ تم ہمیشہ سے ایک
رکھتے ہو — اور میں یہ بھی نہیں کہتی کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے — وہ تم
ہو لیکن میری اہمیت سکیم آف تھنگز میں گھٹتی جا رہی ہے — فار ہیونز سیک مجھے

یہ بتا دو کہ وہ کیا چُنتے تھے —"

مشاہد کی ولیز جیپ نے نہر کو چھوڑا اور فیروز پور روڈ کی جانب اُترنے لگی۔ سڑک کے دنوں کناروں پر پسینے سے بھیگے ہوئے ماس اور بڑے مساموں کی چھاتیوں والی محنت کش عورتیں سٹرابیریز سجائے قریب سے گزرتے ڈرائیورز کو رُکنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔

"وہ — بہن یا کیا چنتے تھے مشاہد —"

مشاہد نے یکدم ہڑبڑا کر اُس کی جانب دیکھا اور ایک لمحے کے لئے جیپ توازن میں نہ رہی" یہ لفظ تم نے کہاں سے سیکھا ہے؟"

"کونسا؟"

"یہ... بہن کے بارے میں —"

"زاہد سے — وہ اسے بہت خوبصورتی سے استعمال کرتا ہے —"

"یہ کوئی اتنا معزز لفظ نہیں ہے —"

"میں خود اتنی معزز نہیں ہوں —" برگیتا نے کندھے سکیڑے اور اتنی ہی روکھی اور تیز ہوئی جتنا کہ ابھی کچھ دیر پہلے نہر کے کنارے رواں دواں جیپ میں مشاہد ہوا تھا۔

کلمہ چوک میں داخل ہوتے ہی برگیتا پھر اُسی روکھے انداز میں بولی" میں ابھی گھر نہیں جاؤں گی —"

"کیوں —"

"مجھے سینڈوچز کے لئے کچھ ٹیونا اور مایونیز ساس درکار ہے.. مجھے ٹولٹن مارکٹ تک لے چلو"

"یہ چیزیں تو ماڈل ٹاؤن مارکٹ سے بھی مل سکتی ہیں —"

"ہاں مل سکتی ہیں۔ لیکن میں — ٹولٹن مارکٹ جانا چاہتی ہوں اِف یو ڈونٹ مائنڈ" اِس بار اُس کی ہچکی بھی غصیلی تھی۔

مال روڈ پر حسب معمول ٹریفک ٹھہری ہوئی تھی اور اُس پر کثافت کی سیاہی معلق تھی — مشاہد نے اُس کا ارادہ بدلنے کی قطعی کوشش نہ کی کیونکہ وہ جان گیا تھا کہ اُس میں سویڈش سرکشی جڑیں پکڑ چکی ہے...

"بہت بہت شکریہ —" وہ ٹولٹن مارکٹ کے برآمدے کی جانب بڑھنے سے پیشتر بہت نارمل انداز میں بولی..

"میں انتظار کرتا ہوں —"

"نہیں — تم وہ اپنے نکنگ وہائٹ بڈز اپنے پاس رکھو میں ٹیکسی میں واپس
ن گی اور لنچ پر بھی میرا انتظار نہ کرنا —"

وہ یوں اُس سے جُدا ہوئی جیسے راستہ پوچھنے والا شخص یکدم چلا جاتا ہے۔
بند ڈھیلے پڑتے جا رہے تھے۔ ربط کی رسّی میں تناؤ کم ہو رہا تھا — یہ سب کچھ بے
ور بے سبب ہو رہا تھا۔ اولاد کا نہ ہونا کوئی جواز نہ تھا۔ کچھ اور تھا جو مُحبت کے ربط کو
ر کر رہا تھا...

شائد مُحبت کی بھی ایک حد ہوتی ہے جس کے پار جاتے ہی اس کی گرفت کم ہو
ے... اور یہ حد کہاں سے شروع ہوتی ہے — پہلی داڑھ کے سفید بیسن میں گرنے
آنکھوں کے گرد پہلی جھریوں سے یا بدن سے مکمل آشنائی کے بعد اُس کی یکسانیت

سات کمروں والی کوٹھی کے ڈھیلی چُولوں والے پھاٹک کے سائے میں وہ بہت دیر
اونگھ رہا تھا جب اُس کے پوتے نے اسے جھنجھوڑ کر کہا "دادا اُٹھ، صاحب آ گیا ہے۔"

"تم یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو — اندر کیوں نہیں گئے —" مشاہد جیپ سے
اور برکت مسیح کے کندھے پر تھپکی دے کر پیار سے بولا "تمہاری بیٹی کا گھر ہے —"

"بس جی — وہ مالی صاحب نے تو بہت کہا تھا کہ اندر آ کر ٹاہلی کے نیچے لیٹ رہو
مر بھی بے آرامی نہیں تھی۔ بہت سکھ میں بیٹھے ہوئے تھے میں اور میرا پوترا — یہ
مسیح ہے ناں، میرے بڑے کا بڑا پتر..."

اقبال مسیح ایک ایسا لڑکا تھا... کم از کم وہ لڑکا دکھائی دیتا تھا — جو صاف ستھرے
ے پہننے کے باوجود اپنی محرومی اپنی شکل پر سے ہٹا نہیں سکتا تھا — اُس نے آگے بڑھ
ابری کی سطح پر مشاہد سے ہاتھ ملایا" میں بھی پھپھی برگیتا سے ملنے دادے کے ساتھ
تھا —"

ڈھیلی چُولوں والے پھاٹک نے کھولے جانے پر بہت واویلا کیا اور شور کیا۔ وہ
ے میں آ گئے "تمہاری پھوپی تو ذرا ٹھہر کے آئے گی —"

"یہیں بیٹھو —" مشاہد نے اُس کا کندھا تھام لیا" تم کیا کرتے ہو اقبال؟"

"یہ —" دادے نے فوراً اپنی سفید مونچھوں پر ہاتھ پھیرا "یہ میرا پوتا لیڈر ہے — ہاں جی — اب تو یسوع مسیح کا بڑا کرم ہے پر پہلے تو صاحب جی بڑی تنگی تھی تو اُن دنوں میرے بڑے نے... مجبوری تھی جی — اسے قالینوں والوں کے ہاتھ بیچ دیا — ایڈوانس پکڑ لیا دس سال کا — تو یہ ادھر کام کرنے لگا۔ پھر قانون آ گیا کہ زبردستی کی مجوری جائز نہیں تو یہ آزاد ہو گیا — اب سکول پڑھتا ہے اور لیڈری کرتا ہے خیر سے۔"

"آپ اگر اجازت دیں تو میں کچھ کہوں پُھپھا —" وہ عمر میں بڑا تھا لیکن اس کا قد چھوٹا رہ گیا تھا — اُس نے ایک سکول بوائے کی طرح ہاتھ کھڑا کر کے اجازت چاہی، "بانڈڈ لیبر کے خلاف جب قانون آ گیا تو کارپٹ فیکٹری کے مالکان کو مجھے آزاد کرنا پڑا — میں وہاں صبح آٹھ بجے سے رات کے دس بجے تک ناٹس باندھتا تھا اور وہ مجھے کھانے میں صرف دال روٹی دیتے تھے.. چاچے نے ایڈوانس جو پکڑ لیا تھا۔ تو جب میں فیکٹری سے باہر آیا تو ایک غیر سرکاری ادارے نے مجھے پناہ دی — سکول میں داخل کیا اور مجھے تقریریں سکھائیں — تو اب میں بانڈڈ لیبر کے خلاف تقریریں کرتا ہوں... اور لیڈر ہوں جی — امریکہ بھی گیا ہوں — بوسٹن میں.. ہاں جی —"

"واقعی —" مشاہد شدید حیرت میں مبتلا ہوا کہ کامونکی کا ایک عیسائی لڑکا اور... لیکن.. جس طرح اُسے مشائلہ کے مستقبل میں جھانکنے کے لئے کوئی کرسٹل بال نہیں ملا تھا اور پھر چند برس بعد اُسی صوفے پر اُس کا سرنج زدہ بدن اور بدن کے بھوکے لوگ تھے اُسی طرح وہ کیسے یہ جان سکتا تھا کہ چند ماہ بعد اقبال مسیح قتل ہو گا اور غیر سرکاری ادارے کا سربراہ اس کی موت کو جواز بنا کر بے شمار غیر ملکی امداد حاصل کرے گا اور ملک کی کارپٹ انڈسٹری کو ٹھپ کروا دے گا — کیسے جان سکتا تھا۔

برکت مسیح نے پھر اپنی سفید مونچھوں کو مروڑنے کی کوشش کی "صاحب جی ہم باہر جا کر انتظار کر لیتے ہیں میم صاحب کا —"

مشاہد نے پھر اُسے کندھے سے پکڑ کر روک لیا "آپ یہیں بیٹھیں۔ میں چائے بھجواتا ہوں —"

اُدھر جہاں شیشم اور جامن کے گھنے درخت تھے جن کے نیچے وہ بوسیدہ کمرہ تھا جس کی چھت پر گھاس اُگی ہوئی تھی اور جو مردان کا پسندیدہ تھا اُدھر سے مالی شریف جھکا ہوا ہاتھ میں کھرپی پکڑے اور ایک اُنگلی پر پٹی لپیٹے ہوئے کہ گوڈی کرتے ہوئے اس نے اپنی ہی

ہے اپنے آپ کو زخمی کر لیا تھا نظر جو کمزور ہو رہی تھی تو مالی شریف جھکا ہوا —
نہیں، عمر سے جھکا ہوا آگے آتا گیا اور مشاہد چند قدم چلا اور اُس کے پاس پہنچ
گھر کی چابیاں اُس کے پاس تھیں۔ مشاہد نے ہاتھ آگے کیا تو اُس نے اسے بہت
ہاتھوں سے گھورا اور کچھ کہے بغیر — اُسے چابیاں تھمانے کی بجائے آگے آگے چلنے
مستطیل بیڈ روم کے قریب پہنچ کر اُس نے دروازے کو دھکیلا تو وہ کھلا ہوا تھا —
پ کے مہمان آئے ہوئے ہیں۔ کل رات کے"

"مہمان —"

باہر کی دھوپ میں جو چُندھیا دینے والی شدّت تھی وہ برآمدے میں آکر نرم پڑ
تھی اور جب کمروں کے اندر تک جانے کی کوشش کرتی تھی تو ناکام ہو جاتی تھی اسی
اندر ایک نیم سیاہ ٹھنڈک تھی۔ اُس صوفے پر جس کی پوشش پر بڑے بڑے زرد اور
پھول تھے اُس پر وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

وہ کون ہو سکتی تھی —

تقریباً تمام کے تمام سفید بال، بہت صاف ستھرے باب کٹ سٹائل میں کٹے ہوئے
ردن کو نمایاں کرتے تھے اور جن پر وِگ کا گمان ہوتا تھا۔ سیاہ سکرٹ اور سفید بلاؤز
ایشیائی مہاندرہ.. اور وہ سر جھکائے بیٹھی تھی لیکن دروازہ کھلنے پر اس نے اطمینان سے
ٹھا کر بالکل اپنے سامنے دیکھا....

"جی —" مشاہد نے صرف اتنا کہا۔

"آپ کون ہیں؟"

"مشاہد —"

"میں فاطمہ ہوں —"

"جی —" مشاہد یکدم فیصلہ نہ کر پایا کہ کون فاطمہ —

"میں بابو کی بیوی ہوں — فاطمہ —" گود میں رکھا اُس کا ہاتھ آہستگی سے اُٹھا
کی انگلیاں کھل گئیں۔

پرندوں کے پَر ہوا کو کھٹ کھٹ کاٹتے تھے اور ہوا مشاہد کے چہرے پر آتی تھی اور
ور سے لگتی تھی کہ اُسے اذیت دیتی تھی۔